مقالات

تحریر: الدکتور محمد عجاج الخطیب
ترجمہ: جناب محمد مسعود عبدہ

قسط (۲)

اسماء وصفاتِ باری تعالیٰ

وسعت وجامعیت، تعداد اور ان کے معانی!

قرآنِ مجید کی طرح اللہ رب العزت کے اسماء وصفات صحاح اور سنن کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

"تمام صحاح، سنن اور مسانید احادیثِ صفات سے مزین ہیں، قطع نظر اس سے کہ انہیں ابواب کی صورت میں مختلف عنوان دے دیئے گئے ہیں ـــــ مثلاً "کتاب التوحید" اور "الرد علی الزنادقہ والجہمیہ" جو صحیح بخاری کا آخری باب ہے۔ اس طرح سنن ابی داؤد میں باب "کتاب الرد علی الجہمیہ" سنن نسائی میں "کتاب النعوت" سنن ابنِ ماجہ میں "کتاب السنۃ"!

اسی طرح یہ صحیح مسلم، جامع ترمذی، مؤطا امام مالک، مسند شافعی، مسند احمد، مسند موسیٰ بن قرۃ الزبیدی میں بھی موجود ہیں! ـــــ نیز ان تمام کتابوں میں کہ بحیثیتِ مصادر ومراجع جن سے میں نے استفادہ کیا ہے، مثلاً مسند ابی داؤد الطیالسی، مسند ابنِ وہب، مسند احمد بن منیع، مسند مسدد، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند محمد بن ابی عمر العدنی، مسند ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند بقی بن مخلد، مسند الحمیدی، مسند ابی بکر البزار، معجم البغوی والطبرانی، صحیح ابنِ حاتم بن حبان، صحیح الحاکم، صحیح الاسماعیلی، البرقانی، ابی نعیم، الجوزقی وغیرہ"۔ (الفتاویٰ الکبریٰ ج۵ ص ۱۰)

پھر فرماتے ہیں:

" ان کے علاوہ مصنفاتِ حماد بن سلمہ اور عبداللہ بن مبارک، جامع الثوری، جامع ابنِ عیینہ، نیز وکیع اور عبدالرزاق کی تصنیفات اس عظیم ترین موضوع پر بڑی قابلِ قدر کوششیں ہیں"۔ (ایضاً)

شیخ الاسلام رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا،

آپؐ کے لیے اور آپؐ کی اُمت کے لیے دین کو مکمل کیا، ان پر اپنی نعمت کا اتمام فرمایا، آپؐ کی امت کو شریعتِ بیضاء پر چھوڑا کہ جس کی رات بھی دن کی طرح (روشن) ہے۔ چنانچہ ان کے لیے وہ سب کچھ بیان فرما دیا، جس کی انہیں ضرورت تھی ــــــ جب کہ سب سے بڑی چیز، جس کے وہ طلبگار و محتاج ہیں، ان کے رب کی تعریف ہے۔ اس کے وہ اسماء الحسنیٰ اور اس کی وہ صفاتِ علیا ہیں، جن کا وہ مستحق ہے! ـــــ جو اسی کے لیے جائز و ثابت اور لائق ہیں، اور جن کے ساتھ نہ صرف اس کی حمد و ثنا کی جاتی اور اس کی بزرگی بیان کی جاتی ہے، بلکہ یہ ایسی باتوں سے اسے منزّہ اور مقدس بھی قرار دیتی ہیں جو اس کی شان کے لائق نہیں ہیں!" (حوالہ ایضاً)

اللہ رب العزت کی ان صفات کی معرفت ہمیں قرآنِ کریم اور سنّتِ طاہرہ سے حاصل ہوتی ہے۔ انسان عقل سے یہ تو سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، لیکن جہاں تک اس کے اسماء الحسنیٰ اور اس کی حقیقی صفات کی معرفت کا تعلق ہے، تو یہ اسے نقل یعنی وحی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب کہ وحی صرف کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنّتِ صحیحہ، ثابتہ میں منحصر ہے۔ اسی لیے علماء کا کہنا ہے کہ:

"انّا نصف اللہ تعالیٰ بما وصف بہ نفسہٗ، او وصفہ بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لانتجاوز القرآن والسّنّۃ"

"ہم اللہ تعالیٰ کو انہی صفات سے متصف کریں گے، جن سے یا تو خود اس نے اپنی ذات کو متصف کیا، اور یا جن سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے متصف کیا ہے۔ ہم کتاب و سنّت سے تجاوز نہیں کریں گے۔"

اس سلسلہ میں علماء کا مشہور قول یہ بھی ہے کہ:

"من اللہ قول وعلی الرّسول بلاغ، وعلینا التّسلیم"

یعنی اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذمہ اس کا پہنچا دینا ہے، جب کہ ہم پر اسے تسلیم کر لینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے!

اسماء اللہ الحسنیٰ کی تعداد میں امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

"الّذی عول علیہ ابو خلف محمد بن عبد الملک السّلمی فی کتابہ فی شرح اسماء اللہ تعالیٰ قال، انّما خصّص اللہ تعالیٰ اسماءہٗ بھٰذا العدد تنبیھا علیٰ انّ اسماء اللہ تعالیٰ لاتؤخذ قیاساً بل لابدّ فیھا من التّوقیف۔ وھٰذا جواب حسن!"

(شرح اسماء اللہ الحسنیٰ للرازی ص۲۲)

"ابو خلف محمد بن عبدالملک السّلمی نے اپنی کتاب میں اسماء اللہ تعالیٰ کی شرح کرتے ہوئے بہترین بات لکھی ہے کہ : اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کو ایک خاص تعداد سے مخصوص کیا ہے، جو اس امر پر تنبیہ ہے کہ اسماء اللہ الحسنیٰ عقل و قیاس سے حاصل نہیں ہوں گے، بلکہ ان میں توقیف ضروری ہے"

مطلب یہ کہ عقلِ انسانی صفاتِ الٰہیہ کی معرفت کی اہل نہیں، کیونکہ ان صفات کا تعلق عالم غیب سے ہے۔ انسان کی وسعتِ ذہنی اس قدر تو ہے کہ وہ اس عالم شہادۃ میں اپنے اردگرد پھیلی ہوئی عظیم اور وسیع تر کائنات کے ذریعے اللہ عزّوجل کی موجودگی کی طرف راہنمائی حاصل کرے، بلکہ یہ راہنمائی اسے اپنے جسدِ عنصری کے اندر پائے جانے والے وسیع تر نظام سے بھی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اس میں بھی اللہ رب العزت کے موجود ہونے کے بے شمار آثار و شواہد موجود ہیں ـــــ لیکن وہ عالم غیب تک بھی رسائی حاصل کرے، اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے یا اپنے علم سے اس کی ذات و صفات کا احاطہ بھی کر سکے، تو یہ ناممکن و محال ہے اور اس کی استطاعت سے باہر! ـــــ خود اللہ رب العزت نے فرمایا کہ :

"وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا" (طٰہٰ : ۱۱۰)

"(دنیا والے) علم سے اس (کی ذات) کا احاطہ نہیں کر سکتے"

مخلوق علم سے اپنے خالق کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کسی چیز کا ادراک اس کی کیفیت پر منحصر و موقوف ہوتا ہے۔ لیکن وہ کہ جس کی کوئی معین کیفیت ہی نہیں، ادراک اسے قبول کرے تو کیونکر اور کیسے؟ ـــــ پھر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ تو وہ ذات ہے کہ :

"لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" (الشوریٰ : ۱۱)

"اس کی مثل کوئی بھی چیز نہیں!"

لہٰذا وہ عقل کہ جس کا تعلق اس عالمِ شہادۃ سے ہے اور جو حدود و قیود کی پابند ہے، باری تعالیٰ کی ان صفات کا تصوّر، یا ان کے بارے غور و فکر کیسے کر سکتی ہے، جن کا تعلق عالمِ غیب سے ہے اور جس کی حدود و قیود متعین کرنا ہمارے لیے ممکن ہی نہیں؟ ـــــ ہمارے اس عالم کے قوانین محسوس و مرئی ہیں، ان کے ذریعے ہم اُس عالمِ غیب کے حقائق تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے جو کہ حس و مشاہدہ میں آ ہی نہیں سکتے۔ پس ان کی طرف رسائی کتاب و سنّت کے ذریعہ ہی ممکن ہے ـــــ چنانچہ "محاضرات فی الفکر والثقافۃ الاسلامیہ" کے صفحہ ۱۲۴ پر ہے کہ :

" اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں ان صفات کی خبر ہمیں کتاب و سنّت کے ذریعہ ہی ملی ہے ـــــ

اللہ رب العزت کے اسماء میں سے ہر اسم اس ذاتِ سبحانہٗ و تعالیٰ کی صفت پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طرح ان میں سے ہر اسم اس کے اپنے ہی مصدر سے مشتق ہے۔ مثلاً العلیم، القدیر، السمیع وغیرہ۔ چنانچہ "العلیم" علم سے مشتق ہے، جو اللہ تعالیٰ کی صفتِ "علم" پر دلالت کناں ہے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس، بقیہ تمام اسماء اللہ الحسنیٰ بھی اپنی اپنی صفت کے خود مصدر اور اس کے ترجمان ہیں[1]۔ جب کہ تمام اسماء و صفات کے معانی کے لیے جامع اسم "اللہ" ہے!

---

[1] واضح رہے کہ قرآنِ مجید میں کچھ توفیقی نام بھی آئے ہیں ۔۔۔۔ مثلاً:

۱۔ "وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ" (آلِ عمران: ۵۴)

"انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی خفیہ تدبیر فرمائی"۔

۲۔ "اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ" (البقرۃ: ۱۵)

"(اگر یہ لوگ استہزاء کرتے ہیں تو) اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ استہزاء کرے گا"۔

۳۔ "وَهُوَ خَادِعُهُمْ" (النساء: ۱۴۲)

"(منافق اپنے نزدیک اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہ رہے ہیں، لیکن درحقیقت) اللہ تعالیٰ انہیں دھوکے میں ڈالنے والا ہے!"

ان (مذکورہ بالا) الفاظ کو ہم بعینہٖ استعمال کریں گے، ان سے مشتق تمام الفاظ کا استعمال اللہ تعالیٰ کے حق میں جائز نہیں ہوگا (یعنی ان پر وہ اصول لاگو نہیں ہوگا، جو ہم نے اوپر بیان کیا) چنانچہ ہم "وَمَكَرَ اللّٰهُ" تو کہہ سکتے ہیں، "یا ماکر" نہیں کہہ سکتے۔ "يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ" کے الفاظ تو بول سکتے ہیں، "یا مُسْتَهْزِئُ" کے الفاظ نہیں بولیں گے۔ اس طرح ہم "وَهُوَ خَادِعُهُمْ" تو کہیں گے، "یا خادع" کا اطلاق و استعمال اللہ تعالیٰ کے حق میں غلط ہوگا۔

اس سلسلہ میں امام فخر الدین رازیؒ تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ "المکر" "الخداع" "الکید" "الاستہزاء" ایسے الفاظ سے ۔۔۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں موجود ہے: "اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا" ۔۔۔ بعض ایسے امور کا وہم ہوتا ہے، جن کا اثبات اللہ تعالیٰ کے حق میں منع ہے، تو پھر اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کے حق میں ان کا اطلاق کیونکر جائز ہوگا؛ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ الفاظ جو صفات پر دلالت کرتے ہیں (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی تمام صفات جہاں عیب ونقص سے بالکل منزہ اور مبرّا ہیں، وہاں یہ سب کی سب صفاتِ کمال کی حامل بھی ہیں۔ مثلاً "القدیر" کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کی ذات اس کائنات پر پوری قدرت

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) تین اقسام پر مشتمل ہیں :

۱۔ ایسے الفاظ، جن سے اللہ تعالیٰ کی صفات قطعی طور پر واضح اور ثابت ہیں۔

۲۔ ایسے الفاظ، جنہیں ہم مقامِ قطعیت نہیں دے سکتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات کے ثبوت میں وہ قطعی دلیل قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

۳۔ وہ الفاظ جو بعض امور کے حوالے سے ثابت تو ہیں، لیکن مخصوص کیفیات کے تحت ہی ان کے معانی ومطالب سمجھے جا سکتے ہیں ـــــ مثلاً "المکر"، "الخداع" ـــ پہلی قسم کی پھر مزید تین قسمیں ہیں:

اولاً، جن کا مفرد یا اضافت کے طور پر ذکر جائز ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود و ازلی و قدیم ہے۔

ثانیاً، جن کا مفرد ذکر تو جائز ہے، لیکن کسی چیز کی طرف اضافت کرتے ہوئے ان کا ذکر ناجائز ہے، مثلاً ہم "یا خالق" "یا مالک" تو کہہ سکتے ہیں، لیکن "یا خالق القردۃ والخنازیر" نہیں کہہ سکتے، اگرچہ نفس الامر میں یہ درست ہے ـــــ ہاں ہم "یا خالق السمٰوٰت والارض" کہیں گے۔

ثالثاً، وہ کہ جن کا ذکر اضافت کے طور پر تو جائز ہے، لیکن ان کا مفرد ذکر ناجائز ہے ـــ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ۔" (الواقعۃ: ۷۲)

"اس کے درخت کو تم پیدا کرنے والے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟"

اسی طرح: "ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ۔" (الواقعہ: ۶۹)

"کیا تم اس (پانی کو) بادلوں سے نازل کرتے ہو، یا ہم نازل کرنے والے ہیں؟"

نیز فرمایا:

"وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔" (الانفال: ۱۷)

"جب آپؐ نے پھینکا تھا، تو یہ آپؐ نے نہیں پھینکا تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔"

ان آیات میں مستعمل الفاظ کی بنا پر ہم "یا منشیٔ" "یا منزل" "یا رامی" نہیں کہہ سکتے!

اسی طرح "یا محرک" "یا مسکن" کہنا ناجائز ہوگا، ہاں "یا محرك السمٰوٰت" اور "یا مسکن الارض" کہنا جائز ہوگا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

رکھتی ہے۔ انسان ہوں یا حیوان، نباتات ہوں یا جمادات، سبھی اس کے دست قدرت میں ہیں۔ غرض وہ سب کچھ، جس کے علم سے انسان محروم ہے، اس پر اس کا تصرف ہے اور اس کی قدرت اس پر غالب ہے۔ تقدیسِ مطلق، کمالِ مطلق، ربوبیتِ مطلقہ اسی کو لائق ہے۔ اپنی جمیع مخلوقات کی عبادت کا وہ تنہا مستحق ہے ـــــ بیسح فرمایا اللہ رب العزت نے:

"قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (سورۃ الاخلاص)

"کہہ دیجئے، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!) کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔ (وہ) معبودِ برحق بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں!"

(ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری)

اسی طرح اللہ رب العزت کا یہ فرمان بھی ہے:

"اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ"

(آیۃ الکرسی۔ البقرۃ: ۲۵۵)

"اللہ تعالیٰ (وہ معبودِ برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ، ہمیشہ رہنے والا۔ اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے۔ کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے؛ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے، اسے سب معلوم ہے، اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے، ہاں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) مختصراً ادب و تعظیم کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ کے حق میں، اس کی صفات میں استعمال ہونے والے الفاظ کا اسی طرح لحاظ رکھا جائے گا، جس طرح کہ حقیقی طور پر اور نفس الامر میں ان کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کروا دیتا ہے!) اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں۔ وہ بڑا عالی رتبہ (اور) عظیم ہے۔"

—— چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت ہے کہ سورۃ الاخلاص (ثلث قرآن) یعنی قرآنِ مجید کے ایک تہائی کے برابر ہے، جب کہ آیۃ الکرسی قرآن مجید کی عظیم تر آیت ہے (دیکھئے "الترغیب والترہیب" ج ۲ ص ۲، حدیث ۱تا۴، ص ۳۸۰، حدیث ۱تا۴)

اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات کی معرفت عقیدہ کے اہم ترین امور میں سے ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لیے انہیں پہچاننا اور ان پر ایمان لانا واجب ہے۔ نیز جہاں تک ممکن ہو، ان پر غور و فکر کر کے یہ معلوم کرنا کہ اس کا اور اس کے رب کا، اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کا باہمی تعلق کیا ہے، تاکہ سعادتِ دارین حاصل ہو۔[۵] یہ بات اسلامی عقیدہ کا جوہر، اس کا مرکزی نقطہ اور اس کی روح ہے —— یہی وہ واحد ذریعہ ہے کہ جس سے پوری دنیا میں بکھری ہوئی ملتِ اسلامیہ آپس میں ربط و ضبط قائم کر کے دوبارہ ایک لڑی میں پروئی جا سکتی اور پھر سے طاقت و عزت حاصل کر سکتی ہے۔

اس کتاب کی فصلِ ثانی میں ہم اسماء اللہ الحسنیٰ کے معانی اور تشریحات بیان کریں گے، تاکہ ہمارے شعور حلاوتِ ایمان سے آشنا ہوں، دل عرفان و وجدان سے مسرور ہوں، ہماری زندگی میں محبت کی خوشبوئیں بکھریں، اور ہم ایک بار پھر اپنے سلف صالحین کی طرح شرافت و کرامت اور عزت اس آسمان تلے حاصل کر سکیں! (جاری ہے)

۵ــــ حاکم ابو عبداللہ حسین بن حسن حلیمی نے ایمانیات کے موضوع پر اپنی کتاب "منہاج" میں ایسے متعدد امور کا ذکر کیا ہے کہ اللہ رب العزت کے بارے جن کا اقرار کرنا اور ان پر اعتقاد رکھنا لازم ہے —— مثلاً:

۱۔ اثباتِ صفاتِ باری تعالیٰ، تاکہ تعطیل سے بچا جا سکے۔

۲۔ اللہ رب العزت کی وحدانیت کا اقرار و اثبات، تاکہ شرک سے برأت ہو۔

۳۔ اس بات کا اقرار کہ اللہ تعالیٰ نہ تو جوہر ہے اور نہ عرض، تاکہ تشبیہ لازم نہ آئے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے بارے اس بات کا اقرار کہ ماسوی اللہ ہر چیز اسی کی ایجاد و اختراع ہے، تاکہ علت و معلول کے چکر سے بچا جا سکے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے مدبر و موجد اور متصرف الامور ہونے کا اقرار، تاکہ نیچریوں اور ستارہ پرستوں وغیرہ کے عقائد سے برأت ہو۔

﷽